جناب مولا بخش محمدی (ضلع تھرپارکر)

مولانا گل محمدؒ ریگستانی

تھرپارکر زمانہ قدیم سے علم و عرفان اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ اس علاقہ میں کئی جید عالم، محدث، مفکر، فقیہ علمائے اسلام نے جنم لیا، جن کی علمی مجالس اور اسلامی مدارس میں اطراف و اکناف سے علم کے پروانے آکر حاضری دیا کرتے تھے۔ ان کی علمی بزموں کی معطر خوشبو جن ذہنوں میں رچی، ان کا مرتبہ بلند ہو گیا۔ آہ! علم و عمل کے یہ پروانے میر مجلس ایک ایک ہو کر چل بسے، باقی چند جو رہے ہیں، ان کی کما حقہٗ قدر نہیں کی جاتی۔

باب الاسلام سندھ کی نوجوان نسل نے اپنے آباؤ اجداد اور بزرگوں کے سیر کی جانب کوئی توجہ نہیں دی بلکہ ان کی یاد سے اپنے قلوب و اذہان کو خالی کر دیا ——— یادِ رفتگان کے سلسلہ میں آج ایک صاحب علم و عمل اہل حدیث بزرگ کا ذکر کرتا ہوں جس سے ریگستان کا ہر فرد واقف ہو گا۔

مولانا گل محمد ریگستانی ضلع تھرپارکر تحصیل مٹھی کے گاؤں "ڈیپیار" میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کا شوق بچپن ہی سے دل میں موجزن تھا۔ ابتدائی تعلیم میر پور خاص کے نزدیک محمد صالح ہالیپوٹہ کے مدرسۃ الاسلام سے حاصل کی۔ فارسی میں سکندر نامہ تک یہیں پڑھا۔ اس کے بعد جب سندھ کے مایۂ ناز مشہور عالم دین مولانا عبدالرحیم بھچیؒ تشریف لائے تو ان کے ہاں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ وغیرہم کی تعلیم حاصل کی اور مولانا موصوف ہی سے سندِ فراغت حاصل کی۔ تکمیلِ علم کے بعد آپ نے اپنے استادِ گرامی کے ہمراہ قرب و جوار کے علاقوں سے تبلیغِ دین کا سلسلہ شروع کیا اور بالآخر وسیع پیمانہ پر اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ دعوتِ اسلام کا مرکز اپنے گاؤں "ڈیپیار" ہی کو بنایا۔ قیامِ پاکستان کی ہمہ گیر تحریک اور

جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔

مولانا عبدالرحیم چھپی دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے لیکن مولانا گل محمد عہدِ شباب ہی میں علم کا پروانہ بن کر بزمِ قال اللہ و قال الرسول میں رونق افروز ہوئے۔ قریہ ککہ جو کہ مولوی عبدالرحیم کا گاؤں تھا، اس کی پہاڑی کو اپنا مدرسہ اور مسکن بنایا جہاں علومِ اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مولانا عبدالرحیم اور مولانا گل محمد نے حسنِ اتفاق سے اکٹھے زیارتِ حرمین شریفین کا قصد کیا۔ ان دنوں حجاز کے گورنر شریف حسین تھے۔ سعودی عرب کے بلند پایہ علماءِ عظام سے آپ حضرات کی علمی مجالس، اس مبارک سفر کے دوران ہوئیں جن میں توحید و سنت پر خصوصًا تبادلۂ خیال ہوا۔

تحریکِ خلافت کے دوران حکومتِ انگلستان نے ریگستان کے پس ماندہ علاقے کے لیے خصوصی مکاتب اور اسکول جاری کرنے کا حکم دیا۔ درحقیقت یہ سفید سامراج کی ایک سازش تھی کہ کسی بھی طریقہ پر اہلِ علم حضرات کو خاموش کیا جائے جس کے باعث کئی حضرات نے مولوی گل محمد سے فتوے طلب کئے کہ یہ مدارس چلائے جائیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ ان دنوں ریگستان میں علم ناپید تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جب اس علاقہ کے لوگ تعلیم حاصل کرلیں گے تو یہی لوگ سفید سامراج کے اس منصوبہ کو خاک میں ملا دیں گے، ویسے بھی اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو بعض فاسق و فاجر لوگوں سے بھی اپنے دین کی خدمت لے لیتا ہے۔ چنانچہ بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ مولانا موصوف نے جو فرمایا تھا، بالکل صحیح تھا۔

مولانا صاحب ہر وقت فکرِ آخرت میں مگن رہتے تھے، اٹھتے بیٹھتے تسبیح و تحلیل ان کا مشغلہ تھا۔ جن لوگوں نے ان کو قریب سے دیکھا، آپ کو ہمہ خوبیوں سے مزین پایا، کسی نے سخاوت کے روپ میں دیکھا، کسی نے عابد و زاہد کے روپ میں، کسی نے آپ کو تقویٰ و پرہیز گاری کا مجسمہ پایا تو کسی نے حق گو، نڈر اور بیباک مجاہد! ہر کام کرنے سے پیشتر شریعت کا حکم ان کے پیشِ نظر رہتا تھا۔ قیام اللیل، جماعت اور پابندیٔ صلوٰۃ کی ان کو خصوصی فکر رہتی تھی۔ تلاوتِ کلامِ حکیم میں خوفِ خداوندی قابلِ دید تھا۔ خصوصًا فاتحۃ الکتاب پڑھتے وقت رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور فکرِ آخرت سے اس قدر روتے کہ مقتدی بھی رونے لگتے۔ عمر کے آخری حصہ میں

بینائی زائل ہوگئی تھی، صرف اس بات سے رنجیدہ تھے کہ علوم اسلامیہ کے مطالعہ سے محروم ہوگیا ہوں ورنہ زبان پر کبھی حرفِ شکوہ نہ لائے۔ لباس میں ہمیشہ سادہ کپڑے کا تہ بند یا شلوار اور کرتہ پہنتے تھے اور سر پر عمامہ۔ لیکن شلوار یا تہ بند ٹخنوں سے اوپر آدھ پنڈلیوں تک رکھا کرتے تھے۔ محنت و مشقت کے عادی، مہمان نواز اور دردمند دل کے مالک تھے۔ جب کوئی مہمان آتا تو سب سے پہلے خود ہی اس کی خاطر مدارات کرتے۔ پھر پوچھتے: بھائی نماز پڑھتے ہو یا نہیں! اگر جواب نفی میں ملتا تو خدا کا واسطہ دے کر کہتے "بھائی نماز پڑھو" اس کے بعد اپنے خاص کپڑے لا کر دیتے اور فرماتے "کپڑے لو اور نماز پڑھو ورنہ خدا کے گنہگار ہوگے"۔

جب کسی کی داڑھی منڈی ہوئی دیکھتے تو کہتے تھے۔ بھائی دیکھو، عورت کو سر کے بال منڈانے منع ہیں اور مرد کو داڑھی کے بال منڈانا حرام ہیں۔ لیکن عورت کو اتنی حیا رہے کہ وہ سر کبھی نہیں منڈاتی، تم مرد ہو کر داڑھی منڈواتے ہو، کیا تم میں اتنی بھی سمجھ نہیں؟"

مشہور اہلحدیث صحافی ڈاکٹر سبطین لکھنوی، جنہوں نے مولانا کی زیارت کا شرف حاصل کیا، مولانا کا تعارف کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں:

"سفید ریش، میانہ قد، آنکھیں بینائی سے محروم، یہ تھی گل محمد صاحب کی شخصیت، تعارف کے بعد میرے ہاتھ پکڑ کر اپنے بے نور آنکھوں کی طرف پھرائے، پھر اپنی چھاتی سے لگایا۔ اللہ اللہ یہ خلوص، یہ عقیدت، میں ندامت کا مارا ہوا اجالاً نذر دینا بھول گیا۔ اضطراب میں اس بے لوث خلوص کا کرشمہ تھا کہ مجھ جیسا تنہائی پسند اور آدم بیزار انسان، مولانا کے ہاں دو ہفتہ مقیم رہا۔

عربی اور فارسی کا یہ منتہی انسان۔ جیسے قاموس اور المنجد (کا بیشتر حصہ) زبانی یاد تھا، نفلی روزہ رکھنے کے علاوہ زندگی بھر قیام اللیل کے عادی رہے، رات کو میرے پہلو میں آ کر لیٹ جاتے، چپ چاپ ذکرِ الٰہی میں مصروف"

(صحیفہ اہلحدیث ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ)

آپ خاندانِ ہنگورجہ کی ممتاز ترین شخصیت تھے اس لئے آپ کو گل محمد ہنگورجہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے تین فرزند ہیں، ایک میاں محمد صاحب، جو سیاسیات سے تعلق رکھتے ہیں، ماضی میں چیئرمین بھی منتخب ہوئے، دوسرے صاحبزادے مولانا عنایت اللہ

ہیں۔ ابتدائی تعلیم والدِ گرامی سے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد عمر جو نجوسے سندِ فراغت لی اور اب اپنے علاقہ میں خدمتِ اسلام سرانجام دے رہے ہیں۔ تیسرے محمد محسن صاحب سکول ٹیچر ہیں۔ ایک بہترین ادیب اور تقریر میں خاص ملکہ رکھتے ہیں (موصوف ہی نے راقم سے اس مضمون کی ترتیب میں خصوصی تعاون فرمایا)

مولوی گل محمد مسلک اہل حدیث رکھتے تھے۔ تادمِ آخر توحید و اتباعِ سنت میں بڑے پکے ثابت ہوئے۔ ہر ہر بات میں سنت کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ گھر میں کسی نے سنت کے خلاف کوئی کام کیا تو از حد رنجیدہ اور خفا ہوتے تھے۔ نہ صرف اپنے بلکہ دور دراز کے لوگ ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ ان کی بات میں بڑی مٹھاس ہوتی تھی اور عموماً کہا کرتے تھے کہ ہمارا فرمانروا اور حاکم ایک رب العالمین ہے، ہمارا امام اور پیشوا صرف خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارا مذہب اسلام، نام صرف مسلمان، ہماری محبت اور ہمدردی کی بنیاد صرف "الحب للہ" اور ہماری عداوت اور دشمنی کی بنیاد صرف "البغض للہ" ہے!

آپ اخلاق کا مجسمہ تھے، اور جماعت اہلحدیث سے والہانہ عقیدت کے علاوہ اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔

بالآخر اللہ کے دین کے اس مخلص سپاہی نے اپنے گاؤں ڈبپیار ہی میں بتاریخ ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۸۷ھ کو جان جانِ آفرین کے حوالے کی!

سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ!